قسط (۱۸)

# احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

## حضرت عمرؓ کے اہم فیصلے

مولانا محمد تقی صاحب امینی، ناظم دینیات۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

• گذشتہ سے پیوستہ •

**جانور پر زیادہ بوجھ لادنے والے کو سزا دی**

(۷۶) حضرت عمرؓ کو حقوق کا یہاں تک خیال تھا کہ جانور تک کی حق تلفی کرنے والے اور زیادہ بوجھ لادنے والے کو سزا دیتے تھے، مسیبؓ بن دارم کہتے ہیں:

رأیت عمر بن الخطاب یضرب جمّالا وهو یقول حملت جملك ما لا یطیق [1]

میں نے عمرؓ کو دیکھا کہ وہ اونٹ والے کو مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے اپنے اونٹ پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادا ہے۔

لوگوں سے فرمایا کرتے تھے:

ألا اتقیتم اللہ فی رکابکم هذه الا علمتم ان لها علیکم حقا الا خلیتم عنها فاکلت من نبت الارض [2]

اپنی ان سواریوں کے بارے میں تم لوگ اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے ہو؟ کیوں نہیں جانتے ہو کہ ان کا تمھارے اوپر حق ہے کیوں ان کو نہیں چھوڑتے ہو کہ زمین کی سرسبزی سے فائدہ اٹھائیں۔

---

[1] تاریخ عمر لابن الجوزی، الباب الثامن والثلثون ص۹۵ ۔ [2] ایضاً۔ الباب الاربعون ص۱۱۳

حضرت عمرؓ نے عہدہ و ملازمت میں اپنے گھروالوں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی

(۲۲) حضرت عمرؓ نے عہدہ و ملازمت میں اپنے خاندان وگھروالوں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی بلکہ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ احتیاط سے کام لیا۔ کوفہ والوں کی حالت سے حضرت عمرؓ اکثر پریشان رہتے تھے، اگران پر کوئی نرم آدمی حاکم بنایا جاتا تو اس کو کوئی اہمیت نہ دیتے اور سخت آدمی کو متعین کیا جاتا تو اس کی شکایت کرتے چنانچہ ایک مرتبہ تنگ آکر کہا،

ولودوت انی وجدت رجلا — کاش مجھے کوئی قوی امانت دار اور مسلمان آدمی ملتا

قویا امینا مسلما استعملہ علیھم — تو میں اس کو کوفہ والوں پر حاکم بناتا۔

ایک شخص نے عرض کیا:

انا واللہ ادلک علی الرجل القوی — خدا کی قسم میں آپ کو ایک ایسا ہی آدمی بتاتا ہوں جو قوی

الامین المسلم واثنی علیہ — امین مسلمان سب کچھ ہے اور بڑی خوبیوں کا مالک ہے۔

پوچھا وہ کون ہے؟ جواب دیا- عبداللہ (آپ کے صاحبزادہ ہیں)

یہ سُن کر فرمایا:

قاتلک اللہ۔ [1] — اللہ تجھے محروم کرے۔

قوت وثقاہت دونوں کا اجتماع بڑی مشکل سے ہوتا ہے

قدرت کا کچھ عجیب وغریب انتظام ہے قوت، وثقاہت دونوں کا اجتماع بڑی مشکل سے ہوتا ہے اسی بنا پر نظم وانتظام قابلِ اطمینان نہیں ہوتا ہے اور انتخاب میں حالات کی رعایت ناگزیر ہوتی ہے، قدرت کے اس انتظام کو سمجھنے سے حضرت عمرؓ بھی قاصر تھے اور کہا کرتے تھے:

اشکوا الی اللہ بجلد الخائن — خائن کے قوی ہونے اور ثقہ کے کمزور ہونے کی میں

وعجز الثقۃ۔ [2] — اللہ سے شکایت کرتا ہوں۔

مسلم قوم ایک عرصہ کے بعد آزاد ہورہی ہے اس میں جذب وانجذاب کی وہ کیفیت پیدا ہونے میں کچھ دیر لگے گی جس کے ذریعہ بہمہ وجوہ مذہبی حیثیت سے اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکے۔ ابھی اس کو کئی مراحل سے گذرنا ہے "احدیت سے" بوتی" کو توڑنا ہے۔ خود مذہب اور مذہبی نمائندوں میں دورِ زوال کی کافی خصوصیتیں موجود ہیں

[1] تاریخ عمرؓ لابن الجوزی الباب الاربعون ص۱۲۱۔ [2] ایضاً ص۱۲۳

جن کی وجہ سے مسلم معاشرہ کرب و الم میں مبتلا رہا ہے۔

ایسی حالت میں بہت سوچ سمجھ کر کام کی ترتیب ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے، بسا اوقات فاسق قیادت اپنی مدافعانہ قوتوں کی بدولت اس قیادت سے زیادہ مفید ثابت ہوتی ہے جو کمزور ہو۔ اگرچہ اس سے مذہبی امیدیں زیادہ وابستہ ہوں۔

جب ذہنی سطح ہموار اور شعور بیدار ہو تو قائدین بھی اچھے میسر آجاتے ہیں اور کام میں بھی سہولت ہوتی ہے۔ لیکن جب ذہنی افراتفری ہو اور بیداری میں اضطراب ہو تو خوش آیند مستقبل کی تو نشاندہی ہو سکتی ہے، حال کی جلد بازی سے کوئی نتیجہ نہیں برآمد ہو سکتا ہے۔ اس بنا پر قائدین کے انتخاب میں بھی معاشرہ و حالت کی رعایت کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔

**مذہبی سربراہوں کو بالخصوص خود کفیل بننے کا حکم دیا**

(۷۸) حضرت عمرؓ نے ہر شخص کو خود کفیل بننے کا حکم دیا اور خاص طور سے مذہبی سربراہوں کو دوسرے کے لئے "بار" بننے سے منع کیا، چنانچہ فرمایا:

| | |
|---|---|
| یامعشر القراء ارفعوا رؤسکم فقد وضح | اے قراء (علماء) کی جماعت اپنے سروں کو اونچا رکھو راستہ |
| الطریق واستبقوا الخیرات ولا تکونوا | کھلا ہوا ہے مال کمانے میں ایک دوسرے سے سبقت |
| عیالا علی المسلمین [1] | لے جاؤ اور مسلمانوں پر بوجھ نہ بنو۔ |

**ملت کی تاریخ میں علماء و صوفیاء کا کردار**

ملت کی تاریخ میں علماء و صوفیاء کے کارنامے نہایت شاندار اور آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں، انھوں نے ہمیشہ بادِ سموم کی لپیٹ کا مقابلہ کر کے اسلام کی نشر و اشاعت اور معاشرتی صلاح و فلاح کا تسلسل قائم رکھا ہے، اگر صوفیاء نہ ہوتے تو اسلام اتنا زیادہ وسیع نہ ہوتا اور نہ لوگ اسلام پر قائم رہتے اور اگر علماء نہ ہوتے تو اسلام کی صحیح تعلیم اجاگر نہ ہوتی اور نہ اسلامی معاشرہ کے خد و خال نمایاں ہوتے، اس بناء پر مسلم قوم فطرتاً ان سے عقیدت و محبت رکھنے پر مجبور ہے نہ حکومت کی طاقت اس کو روک سکتی ہے اور نہ کسی طبقہ کا حسد اس کو ماند کر سکتا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ ان کے جانشینوں نے ابھی حالات کی نبض پر انگلی نہیں رکھی زمانہ کے تیور نہیں پہچانے ——

[1] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الستون ص ۱۹۱

اس سے بھی انکار نہیں کہ حالات زمانہ کی رعایت سے نصاب میں تبدیلی نہیں کی، طریق تعلیم نہیں بدلا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ انھوں نے حکومت قائم کرنے کے لئے تحریک نہیں چلائی اقامتِ دین کا پروپیگنڈہ نہیں کیا۔

لیکن قیامت کے دن جب حفاظتِ دین کے متعلق بازپرس ہوگی اور اس سلسلہ میں ایثار و قربانی اور کارگذاری سننے سنانے کا وقت آئے گا تو یہی "بوریہ نشین" سامنے آکر کہیں گے کہ: بارِ الٰہا۔ جب اپنوں نے غیروں سے آشنائی کی تھی اور روح و جسم دونوں مرہون ہو گئے تھے، جب غیروں نے مکین و مکان پر منظم حملہ کیا تھا اور دل و دماغ دونوں مجروح ہو چکے تھے۔ جب بادِ سموم کے تیز و تند جھونکے نبوت کی "شمع کافوری" کو گل کر رہے تھے اور شمع بجھ بجھ کر جل رہی تھی، تو ایسے نازک وقت میں اگر ہم سے کچھ نہ ہو سکا تو غیروں کی دشمنی مول لے کر "ملبہ" کی رکھوالی کی، اپنوں کے طعن سن کر "شمع کافوری کی حفاظت کی" دوسروں کی پیش کش کو ٹھکرا کر اجڑے آشیانہ کی یاد تازہ رکھی، حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ہر طاقت سلب ہو گئی اور ہر حرکت بند ہو گئی صرف آنکھ کی چمک کو دیکھ کر اپنی تسلی کی اور سامنے سے کسی کو "ساغر و مینا" اٹھانے نہ دیا۔

اُن کی زندگی کی یہ "آن" اور حفاظتِ دین کی یہ "شان" ایسی ہے کہ جس پر ملت کی تاریخ ہمیشہ فخر کرے گی اور دنیا و آخرت دونوں جگہ ان کے سر کو بلند رکھے گی۔

**آن اور شان کے بغیر چارہ نہیں ہے**

دنیا میں حسن کی کمی نہیں "آن" کی کمی ہے صرف ادا کافی نہیں "شان" کی ضرورت ہے علما و صوفیا دین جب تک یہ دونوں موجود رہیں گی ان کی دلکشی و جاذبیت میں فرق نہ آئے گا اور جب یہ دونوں رخصت ہو جائیں گی تو گھاس پھوس سے زیادہ وقعت نہ رہے گی۔

بات اس پر ختم ہو جاتی ہے کہ موجودہ علما و صوفیا دین کتنے ہیں جنھوں نے اپنی آن و شان کو برقرار رکھا ہے؟ اور کتنے ہیں جو نیچے اتر کر حسن و ادا پر قانع بن گئے ہیں، پھر "عیال علی المسلمین" کے طعنہ سے ناراضگی و بےچینی کیوں ہے؟

کام کرنے کا وقت ابھی گیا نہیں ہے بلکہ ایک کا وقت پورا ہو چکا ہے اور دوسرے کام کا وقت کچھ دن سے آیا ہوا ہے۔

مسلم معاشرہ ایک مرحلہ سے گذر کر دوسرے مرحلہ میں قدم رکھ چکا ہے اور "آشیانہ" بنانے کے لئے "تنکوں"

کی تلاش میں سرگرداں ہیں، یہ سرگردانی اس لئے ہے کہ دوسروں کے "آشیانے" اس "طائرِ لاہوتی" کے جسم و روح پر "فٹ" نہیں آ رہے ہیں اور اس کا اپنا "آشیانہ" جس دور میں بنا تھا وہ دور ختم ہو چکا ہے اس میں جس دنیا کے "تنکے" تھے وہ دنیا اُلٹ چکی ہے۔

قانونِ فطرت کے مطابق کوئی دور اس طرح نہیں ختم ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ اپنی شکل میں واپس آئے۔ اور کوئی دنیا اس لئے نہیں اُلٹتی ہے کہ وہ اپنی سابقہ حالت پر پھر آباد کی جائے۔ یہ عالم کون و فساد ہے، یہاں ہر بگاڑ کے ساتھ بناؤ اور ہر تخریب کے ساتھ تعمیر ہے۔ خود فطرت ہر گوشہ میں کانٹ چھانٹ کرتی ہے اور خوب سے خوب تر شئی کو "فٹ" کرتی ہے۔ جب کوئی شئی ایک جگہ فٹ ہو گئی تو کمتر شئی کے لئے وہ جگہ نہ چھوڑے گی بلکہ قبضہ کے لئے اس سے بلند و برتر شئی کا ہونا ضروری ہے۔

**نئے آشیانہ کی تشکیل میں علماء و صوفیا کی کارگزاری**

بہر حال اب مسلم معاشرہ کو "آشیانہ" بنانا ہے اور اس کے لئے چند باتوں کی رعایت لازمی ہے:

(۱) آشیانہ اس کے فطری اور تاریخی مزاج کے مطابق ہو ورنہ جسم و روح پر "فٹ" نہ آئے گا۔

(۲) آشیانہ بلند و بالا مقام پر ہو ورنہ اس کی پرواز میں کوتاہی ہو گی۔

(۳) تنکے موجودہ دنیا اور دَور کے ہوں ورنہ سکونت کے قابل نہ ہو سکے گا۔

(۴) تنکوں کی ترتیب و تنقیح میں صوفیا کی روح سرایت ہو ورنہ جذب و کشش ختم ہو جائے گی۔

(۵) آشیانہ کی دیوار و در میں علماء کی "کارگزاری" شامل ہو ورنہ پائیداری کی ضمانت نہ ہو گی۔

(۶) تعمیر ان کے سپرد ہو جن کی مختلف آشیانوں پر نظر ہو۔

(۷) اور نقش و نگار ان کے حوالہ ہو جو رنگ و روغن میں آمیزش کی نزاکتوں سے واقف ہوں۔

ظاہر ہے کام کتنا اہم اور ذمہ داری کتنی نازک ہے؟ اگر علماء و صوفیاء کا گروہ کام سے بے خبر اور ذمہ داری سے غافل رہا تو "نشاۃ ثانیہ" کا مؤرخ لکھنے پر مجبور ہو گا کہ "مسلم قوم جب آشیانہ کے لئے تنکوں کی تلاش میں مصروف تھی تو مہر و وفا کا یہ کارواں راستہ سے ہٹ گیا تھا اپنی تاریخ بھول گیا تھا اور نہ معلوم کیسی بہکی بہکی باتیں کرنے لگا تھا" پھر جب قیامت کے دن "رحمۃ للعالمین" امت کی نشاۃ ثانیہ کا جائزہ لیں گے اور ہر ایک کی تفصیلی رپورٹ

پیش ہوگی تو حالت کی رعایت سے مہر و وفا کی کون سی کارگزاری دکھائی جائے گی؟ اور کس قسم کے کاموں کی بدولت سرخروئی و سرفرازی حاصل ہو سکے گی؟

سرِ فہرست یقیناً نام ہوگا لیکن کام کے کتنے "خانے" خالی ہوں گے، اور کتنے میں دور و زمانہ کے لحاظ سے کارکردگی درج ہوگی؟

**علماء و صوفیاء کسی جمشید کے ساغر نہیں ہوتے ہیں**

علماء و صوفیاء نے کبھی حکومت وقت کی پرواہ کی اور نہ کسی "جمشید" کے ساغر بنے جہاں بینی ہمیشہ ان کی فطرت رہی لیکن جہاں بانی میں اگر چشم و ابروان کے نہ رہ سکے تو بنظرِ حقارت ٹھکرا دیا۔ انھوں نے ملازمت کی اور عہدے بھی قبول کئے لیکن اصل ملازمت اللہ کی تھی اور عہدے سان کے مرہونِ منت رہے، ان کے علم و ہنر کا امتحان کم ہوا لیکن کردار کا امتحان ہر وقت ہوتا رہا اور ناکامی سے نہیں بلکہ کامیابی کی بنا پر ان کے نشیمن "جلتے رہے، اس کے باوجود خودداری کی "آن" اور دلبری کی "شان" میں فرق نہ آنے دیا۔

غرض ملت اپنی "نشاۃ ثانیہ" میں ایسے ہی علماء و صوفیاء کے لئے چشم براہ ہے جو واعظانہ مصلحت سے نہیں بلکہ مجتہدانہ بصیرت سے ... زاہدانہ ہمت سے نہیں بلکہ قائدانہ جرأت سے اس کی رہبری و رہنمائی کے فرائض انجام دیں۔

**مذہبی سربراہی کے لئے معیار مقرر کیا**

(۷) حضرت عمرؓ نے مذہبی سربراہی کے لئے معیار مقرر کیا اور وعظ و افتاء جیسے مقدس فریضہ کی ہر شخص کو اجازت نہ دی جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ ان فتنوں کے ذکر میں کہتے ہیں جو خلافت خاصہ کے بعد ظاہر ہوئے ہیں:

"سابق وعظ و فتویٰ موقوف بود بر رائے خلیفہ بدون امر خلیفہ وعظ نمی گفتند و فتویٰ نمی دادند و آخر ہا بغیر توقف برائے خلیفہ وعظ می گفتند و فتویٰ می دادند"[۱]

**حسب صلاحیت مذہبی ذمہ داری سپرد کی**

(۸) حضرت عمرؓ نے حسب حیثیت و صلاحیت مذہبی امور کی ذمہ داری سپرد کی اور اس کا باقاعدہ اعلان کیا تاکہ کوئی شخص خام کار و غلط کار رہنمائی کا شکار نہ ہونے پائے، چنانچہ فرمایا:

---

[۱] ازالۃ الخفاء مقصد اول در تقریر فتنے - ص ۱۳۰

| | |
|---|---|
| مَنْ اراد القرآن فلیات اُبیّاً ومن | جو شخص قرآن حاصل کرنا چاہے وہ ابیؓ بن کعب سے |
| اراد ان یسأل الفرائض فلیات | حاصل کرے جو فرائض کی معلومات کرنا چاہے وہ |
| زیداً ومن اراد ان یسائل | زیدؓ کے پاس جائے اور جو فقہ سیکھنا چاہے وہ |
| عن الفقہ فلیات معاذاً۔ ؎ | معاذؓ سے سیکھے۔ |

**مذہبی سربراہی اور وعظ و افتار کی وباء**

مذہب کی سربراہی اور وعظ و افتار کی جو وبا پھیل گئی ہے غالباً اس کی نظیر پچھلی تاریخ میں نہ مل سکے، یہی پیشہ ایک ایسا پیشہ رہ گیا ہے جس کے لئے کسی حیثیت وصلاحیت کی ضرورت ہے، اور نہ کردار وکار کردگی درکار ہے۔

ہر بازاری وحلوا فروش مذہب کی دوکان لگائے بیٹھا ہے اور نہایت آزادی کے ساتھ سودا بازی کر رہا ہے۔ نیز جس کے پاس کچھ جدید ڈگریاں ہیں یا جو قانون کے کسی بیرونی مدرسہ سے تھرڈ ڈویژن پاس ہے وہ "رائے" دینے میں ابوحنیفہؒ وقت بنا ہوا ہے، اور فقہ کی جدید تدوین کی ضرورت اس کو شاید اس لیے محسوس ہو رہی ہے کہ قدیم تدوین کے وقت اس کی "رائے" نہیں لی گئی تھی۔

ادھر حکومت خود مستقل مذہب ہے جس کے وعظ و افتار کی مستقل مسند ہے جو عوام کے مذہب سے مختلف اور مسند سے جداگانہ ہے۔

ایسی حالت میں عمرؓ جیسے صاحب عزیمت و حکومت کے بغیر کیا توقع ہو سکتی ہے کہ استواری پیدا ہوگی اور مذہب ہوس رانیوں سے محفوظ رہ سکے گا۔؟

ملت اپنی "نشاۃ ثانیہ" میں مذہبی سربراہی کا "معیار" مقرر کرے گی اور حسب حیثیت وصلاحیت مذہبی امور سپرد کرنے کا نظم قائم کرے گی۔ کچھ ادارے حکومت کی سرکردگی میں ہوں گے اور کچھ آزاد ہوں گے، اسی طرح بعض امور حکومتی سطح پر انجام پائیں گے اور بعض کا "پرائیویٹ" انتظام ضروری ہوگا۔ تاکہ حکومت کے دماغ سے مذہب کا دل مجروح نہ ہونے پائے۔

**اوراد و وظائف کا زیادہ سلسلہ نہ جاری ہونے دیا**

(۸۱) حضرت عمرؓ نے اوراد و وظائف کا زیادہ سلسلہ نہیں جاری ہونے دیا اور فرائض زندگی میں عدل و اعتدال کو بہر صورت برقرار رکھا، جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ نے عثمانؓ کے ذکر میں

کہتے ہیں:

"اختراعِ اوراد واحزاب بہ نیت تقرب الی اللہ عز وجل زیادہ بر سنت ماثورہ والتزام مستحبات مانند التزام واجبات وظہور دواعی نفس در دعوت مردمان بآن"[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں اوراد و وظائف کی ضرورت اسلئے پیش نہیں آئی کہ آپ کی صحبتِ بابرکت خود تقرب الی اللہ کے لئے نہایت اہم اور مؤثر ذریعہ تھی، پھر خلافتِ خاصہ میں کام زیادہ اور بگاڑ کم تھا اس لئے اس کی طرف توجہ کرنے کی نوبت نہ آئی۔ لیکن بعد میں جب بگاڑ زیادہ ہوگیا تو ملت کے دردمندوں نے حالات وزمانہ کی رعایت سے اوراد و وظائف اور اصلاح وتربیت کا سلسلہ رائج کیا۔

**بعد میں افراط وتفریط کے نقصانات**

چونکہ اپنی حکومت میں معاش سے فراغت تھی اور کام کم تھا اس بناء پر "عیش" میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا اور ساتھ ہی مذہب کی طرف سے حکومت کی توجہ بھی کم ہوتی گئی جس سے ایک طرف عوام سے حکومت کی مذہبی گرفت ڈھیلی ہوئی تو دوسری طرف خود حکومت مذہب پر عمل کرنے کے بجائے اس کے آگے جھکنے پر قانع بن گئی۔

ایسی حالت میں اس "سلسلہ" نے بڑا کام کیا۔ اسلام کی نشر واشاعت میں سرگرم حصہ لیا اور معاشرتی اصلاح وتربیت کے ذریعہ قائم حکومت کے باقی رہنے میں کافی مدد دی۔ اگر اس کو مرکزیت نہ حاصل ہوئی ہوتی تو آج اسلام کی تاریخ دوسری ہوتی۔

لیکن کیا کیا جائے انسان طبعًا سکون کا متلاشی ہے زندگی کا سکون ہو یا موت کا۔ گریز وفرار کے لئے اس کو "بہانہ" چاہئے اللہ کے نام پر ہو یا غیر پر ـــــ دل بہلانے کے لئے اس کو ذریعہ چاہیے عمل کا ذریعہ ہو یا علم کا ہو،

نہایت دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعد میں مسلم معاشرہ کے زوال کے ساتھ اس کے اثر میں بھی زوال آیا اور صورت حال یہاں تک خراب ہوئی کہ اس کے نام پر موت کا سکون حاصل کیا گیا۔ اس کے کام کو کشمکش سے گریز کے لئے "بہانہ" بنایا گیا اور اس کے عملی نسخہ کو علمی بناکر دل بہلانے کا کام لیا گیا۔

اب جبکہ مسلم معاشرہ اپنی نشاۃ ثانیہ کے نوک پلک درست کرنے میں مصروف ہے۔ کام زیادہ اور بگاڑ بھی زیادہ ہے

---

[1] قواعد [illegible] مقدمہ اول دفتر [illegible]

اس سلسلہ میں ازسرِ نو غور و فکر کی ضرورت ہے کہ حالات و زمانہ کی رعایت سے اس کو کس حد تک اور کس طرح باقی رکھا جا سکتا ہے ؟ بالکلیہ ختم کر دینے میں اندیشہ ہے کہ محبت کی چاشنی پر قانون کی خشکی غالب ہو جائے اور احساس ذمہ داری کی جگہ دفتری کارروائی آجائے پھر اسلام کی جذب و انجذاب کی مطلوبہ کیفیت نہ باقی رہے اور دوسرے نظاموں کی طرح اسلام بھی محض قانون کا "گورکھ دھندا" بن کر رہ جائے۔

غور و فکر کی ضرورت اوراد و وظائف کے طول طویل سلسلہ اور اصلاح و تربیت کے طریقہ میں ہے ورنہ اس کے نام سے جو دوسرے بہت سے طریقے و سلسلہ رائج ہو گئے ہیں اور ملنگوں و بھک منگوں کی ایک دنیا آباد ہو گئی ہے وہ سب یکقلم ختم کر دینے کے قابل ہیں ان میں کسی قسم کی رعایت کی گنجائش نہیں ہے۔

ان ملنگوں اور بھک منگوں کی جگہ "کارخانہ" ہے جس میں صبح سے شام تک ان کی ڈیوٹی ہو اور فراغت کے ساتھ کسی سے ملنے کا موقع نہ دیا جائے۔

**فیشن اور نازو انداز پر پابندی لگائی**

(۸۲) حضرت عمرؓ نے "فیشن" پر پابندی لگائی اور نازو انداز کی زندگی سے منع کیا جیسا کہ فرمایا:

اخشوشنوا ولا تبختروا کتبختر الاعاجم[۱] — کھردرے بنو اور عجمیوں کی طرح نازو انداز نہ کرو۔

ایک اور موقع پر فرمایا:

ایاکم والتنعم وزی العجم وعلیکم بالشمس فانها حمام العرب[۲] — اپنے کو عیش و عشرت کی زندگی اور عجمیوں کے لباس سے بچاؤ، سورج سے فائدہ اٹھاؤ یہ عرب کا حمام ہے۔

پھر فرمایا:

تمعددوا واخشوشنوا واخشوشبوا واخلولقوا واعطوا الرکب اسنتها وانزوا نزوا وارموا بالاغراض[۳] — سخت بنو، موٹا جھوٹا کھاؤ، گاڑھا گزی پہنو پھٹے کپڑے استعمال کرو، سواریوں کو خوب چارہ دو ڈٹ کر گھوڑ سواری کرو اور جم کر تیر اندازی کرو۔

جوانوں سے کہا:

---

[۱] [۲] ازالۃ الخفاء مقصد دوم من ابواب شتی ص۱۳۵۔ [۳] ایضاً۔

نهينا عن التكلف[1] — ہم تکلف سے روکے گئے ہیں۔

ایک مرتبہ مخاطب کرکے فرمایا:

ارفع ثوبك فانه انقى لثوبك واتقى لربك[2] — میاں صاحبزادہ اپنے کپڑے اونچے رکھو اس سے کپڑے صاف رہیں گے اور تمہارا پروردگار خوش ہوگا۔

زرد رنگ کا کپڑا پہنے دیکھ کر فرمایا:

دعوا هذه البرّافات للنساء[3] — یہ زیب و زینت کے لباس عورتوں کے لئے رہنے دو۔

دراصل حضرت عمرؓ ایک ایسے معاشرہ کا عادی بنانا چاہتے تھے جو نہایت محنتی و جفاکش ہو اور عیش و عشرت کی زندگی سے دور رہے اسی بنا پر مردوں کو سخت تاکید تھی کہ لباس صورت و شکل وغیرہ میں ایسی روش نہ اختیار کریں جس سے ان کی اصل حیثیت پر ضرب پڑے یا صنف نازک کے ساتھ مشابہت پائی جائے چنانچہ

وكان يكره ان يصور الرجل نفسه كما تصور المرأة نفسها[4] — وہ ناپسند کرتے تھے کہ مرد اپنی صورت ایسی بنائے جیسی عورت اپنی صورت بناتی ہے۔

فیشن جوہری خصوصیات کے قائم مقام بنتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں "فیشن" زندگی کا "آرٹ" بن گیا ہے۔ ہر ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں سرگرم عمل ہے۔

لیکن اس میں عورت کامیاب اور مرد ناکام ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد نے "ڈارون کی تھیوری" کے خلاف رجعت قہقری کی راہ اختیار کی ہے۔ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ارتقاء کے بجائے اس نے اعلیٰ سے ادنیٰ کی جانب گرنے کی کوشش کی ہے۔

"فیشن" ہوس کی سرمستی کا نتیجہ اور جذبات کی ہیجان انگیزی کا ذریعہ ہے۔ یہ عموماً سطحی زندگی میں سرایت کرتا ہے اور جوہری خصوصیات کے قائم مقام بنتا ہے پھر اس کو ایک حالت پر قرار نہیں بلکہ ہر روز کی نئی نگاہ کے لئے نئے نئے نقش و نگار درکار ہیں اور نئی شوخی کے لئے نئے آب و تاب کی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر حسن کے بازار میں کوئی قیمت لگتی ہے اور نہ ہوس کی دنیا میں کوئی وقعت ہوتی ہے۔

---

[1] بخاری کتاب الاعتصام باب ما یکره من کثرة السوال و تکلف ما لا یعنیه ص۱۰۸۳ [2] ازالۃ الخفاء حوالہ بالا [3] ایضاً [4] تاریخ عمر ابن الجوزی الباب الستون ص۱۹۳

"فیشن کے سے جو حسن ابھرتا ہے وہ مصنوعی ہوتا ہے اور جو نگاہیں اس کو جذب کرتی ہیں وہ "یرقانی" ہوتی ہیں۔
اس بنا پر کوئی صحت مند معاشرہ نہ اس حسن کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور نہ ان نگاہوں کو غذا پہونچاتا ہے۔
جس معاشرہ میں اس کی حوصلہ افزائی ہوتی اور نگاہوں کو غذا ملتی ہے چند دنوں کے بعد وہ خود تنگ آکر پریشان ہوجاتا ہے، لیکن حسن کے میدانِ مسابقت میں آنے کے بعد صورتِ حال بے قابو ہوجاتی ہے اور حدود وقیود کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔
اسلام ابتدا ہی سے فیشن پرستی کے رجحان کو روکنا چاہتا ہے اور اس کے لئے سخت قوانین بنانے کا حکم دیتا ہے۔ نیز عورت و مرد میں امتیاز قائم رکھنے کے لئے لباس، صورت، شکل اور وضع قطع ہر ایک میں مداخلت کا حق دیتا ہے نہ اس سے شخصی آزادی پامال ہوتی ہے اور نہ ذاتی حالت میں خود مختاری مجروح ہوتی ہے۔
"ملت" نے نشاۃ ثانیہ میں اگر اس کی طرف خصوصی توجہ نہ کی اور رجحان کو روکنے کے لئے تبلیغ۔ قانون اور سزا سے کام نہ لیا تو پوری قوم مصنوعی حسن اور یرقانی نگاہوں کے دام میں پھنس کر صحت و توانائی کی امیدوں سے محروم ہوجائے گی۔ (باقی)

---

عہدِ حاضر کی ایک عظیم کتاب

# اسلام کا نظامِ امن

تالیف: محمد ظفیر الدین مفتاحی (مرتب فتاویٰ دار العلوم دیوبند)

جب دنیا جور و تشدد کے سانچے میں ڈھل رہی ہے، انسانی جان و مال اور عزت و آبرو پامال ہے، عدل و مساوات اور امن و سلامتی تقریباً ناپید ہے، مذہبی رواداری اور انسانی آزادی کا دور دور تک پتہ نہیں، نسلی منافرت اور قومی عصبیت کی آگ بھڑک رہی ہے، حسن و اخلاق اور عالمی اخوت و محبت کا چمن اجڑ رہا ہے اور دنیا امن و اماں کے لئے سرگرداں ہے، ایسے پُرفتن دور میں "اسلام کا نظامِ امن" بے چین دنیا کے لئے ایک پیغامِ رحمت ہے جو ملکی و نسلی منافرت مٹا کر "عالمی اخوت" اور قومی عصبیت کی جگہ" انسانی مساوات" کا سبق دیتا ہے۔ اس نئی کتاب میں وہ سب کچھ ملے گا جس کی آج کی دنیا کو ضرورت ہے، زبان و بیان سلیس و شگفتہ، موضوع ہمہ گیر اور کتابت و طباعت اور کاغذ بہتر، تقریباً چار سو صفحات اور پانچ سو عنوانات پر مشتمل ہے۔

ٹائٹل خوشنما، سائز ۲۰×۲۶ قیمت مجلد نو روپے، غیر مجلد آٹھ روپے

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد، دہلی ۶